

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کے درج ذیل استفتا اور فتویٰ صحیح ہیں یا نہیں؟

کیا مستفتی کا پیشکردہ عذر اس کی عدم تکفیر کا سبب بن سکتا ہے یا نہیں؟

کیا فتوے میں مفتی صاحب کی پیشکردہ دلیل صحیح ہے یا نہیں؟

اگر فتویٰ غلط ہے تو مستفتی پر صحیح شرعی حکم کیا ہوگا؟

اور غلط فتویٰ دینے والے مفتی صاحب پر شرعی حکم کیا ہوگا؟

بینوا تو جروا

عبدالقادر قادری

صحیح فتویٰ

ائمہ حق اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا موقف تکفیرِ مسلم سے تاحد امکان اجتناب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ
فیس بک وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ علمائے ایک فتوے کے ذریعہ مجھے دائرۃ اسلام سے خارج کر دیا ہے اور
لیل میں میری تقریر کا ایک نامکمل حصہ پیش کیا ہے فتوے کی نقل مع استغاثہ ہے:

۷۸۶/۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تقریر میں کہا
[رام کو کس طرح لوگوں نے سمجھا، یہ سمجھا میں نے بحیثیت ASA (ایسے) مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری
رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر و بود ہے، ان کا گھر ستر اتنا ترالا، پیارا اور بے مثال ہے جو Intellectual (انٹیلیجنٹ)
(دانشور) کلاس ہے جو چیزوں کے وجود کو گہرائی میں اتر کر انکی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ شری رام
کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پہچانتا ہے رام نام ہے مظلوم اور دیکھی لوگوں کی حمایت کا جو علم
کی گردن پکڑتا ہے رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں رام نام ہے چاند کی اس
چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلسائی ہوئی دھوپ میں انسان کھٹکتے پھرتے
چھایا بن جاتی ہے میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا منہ بٹھائے انسانیت کو نہیں دیا نفرت کے مقابلہ میں محبت کے
بادل برسائے۔]

ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ اسے کسی دینی پروگرام میں بلانا یا اس کی تقریر سننا کیسا ہے؟ بینوا تو حروا

سائل

عبداللہ (ممبئی)

۷۸۶/۹۲

الجواب۔ کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے فتاویٰ رضویہ مترجم میں ہے۔ کفار کے
دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ ج ۱۳/ص ۴۲۵
لہذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض
ہے اس کو پروگراموں میں بلانا اس کی تقریر سننا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

اس استغاثہ کا مستفتی کوئی ”بندۂ خدا“ ہے جس کا پورا پورا درج نہیں اور مفتی کا تو سرے سے کوئی فرضی نام بھی نہیں۔
تصدیقی دستخط کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے، نہ معلوم ان میں مفتی کون ہے؟

میری تقریر کا تھوڑا سا حصہ سوال میں نقل کر کے حکم کفر جاری کر دیا گیا ہے اور باقی ضروری حصے کو چھوڑ دیا گیا ہے، جیسے کوئی ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ“ (نماز کے قریب نہ جاؤ) سے استدلال کرے اور ”وَأَنْتُمْ سُنَّكُمُ“ (جب کہ تم نشے میں ہو) چھوڑ دے۔

پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ میں نے یہ تقریر کس مقام پر، کس دور میں، اور کس بنیاد پر کی — میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت و املاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر مزاری باپو نے اپنے ”زن گچھ“ علاقے میں بھرپور وُزک کر کے امن و امان قائم رکھا، اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل و غارت گری تو کیا کسی کی تکلیف بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے ”گاندھی دھام“ گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطہ نظر کے لحاظ سے اظہار خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینا چاہیے۔ مزاری باپو نے یہاں بائیں امن و امان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہو گا۔

ان حضرات کی تحریک پر اُس علاقے اور اُس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ”رام“ کے نام سے منسوب تھا، اس لیے رام کی امن پسندی، صفائی و پاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات میں انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت و خون سے ہٹ کر امن و آشتی کے سایے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آجنگ وادی کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا۔ اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔

میں اپنی تقریر کا وہ ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

”میں نے آج اے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، میری تاریخ اردو ادب نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جنوایا، پچھنوا یا، میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے ”رام“۔
ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز
اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند
شری رام کا وجود ایسا پاک اور پُر تر و جود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا زلال، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو انفلکچول کلاس ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے۔
رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پر اجت کرتا ہے۔ رام نام ہے مظلوم اور دیکھی لوگوں کی حمایت کا جو قلم کی گردن پکڑتا ہے، رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعہ اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی منہ نہیں اُسنائیت کو نہیں دیا نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کر دیا، بیتابی کے ساتھ ایک آجنگ وادی نے جو آجنگ کرنے کی

گھٹنا کی جی ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں، اس آتنگ واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔ ایک چیز ہے آتنگ واد جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے۔ ہمارا ہی ملک نہیں پورا سنا پیرت ہے۔ کسی کو آتنگ کرنا یہی تو ہے آتنگ واد۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہی ہے آتنگ وادی۔ ایسے آتنگ واد کا توڑ اور ایسے آتنگ واد کے خلاف لڑنے کا نام عربی زبان میں جہاد ہے۔ اس لفظ جہاد کو اتنا آپکو تر کر کے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنگ کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا اسی ہتھیار کو آج آتنگ کا نام دے دیا گیا۔

جہاد نام ہے جدوجہد کا، یہ یشرم کا۔ پازٹو سے میں پر یشرم کا نام جہاد ہے، اور ٹیکٹو سے میں پر یشرم کا نام آتنگ واد ہے۔ اسی ٹیکٹو سے میں جب پر یشرم کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف جدوجہد کیا تھا مانو تائی عورت بچانے کے لیے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا، قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا جن کی عزت کے لیے رام نے اپنے جہاد کا قدم اٹھایا تھا اس عظیم نام کو لینے ہی نفرت کا نامہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں، اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سناکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔ تو آج کی اس مجلس میں میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا، میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔

یہ ہے صحیح اور سچی بات، جسے توڑ مروڑ کر کفر تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب ان حقائق کے پیش نظر چند باتیں جاننا چاہتا ہوں۔

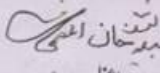
۱۔ ایک مسلمان کے لیے ایمان سے بڑی کوئی چیز نہیں، کفر ثابت ہو تو تجدید ایمان فرض جانتا ہوں لیکن کیا میری اس تقریر پر کفر کا حکم ماند ہوتا ہے جب کہ وہ تقریر خیروں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کے خیالات کو بتاتے، دکھاتے ہوئے کی گئی ہے؟

۲۔ مذہب اہل سنت تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں نانو سے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اسلام کا ہو، تب بھی اس کے ساتھ خن ظن رکھتے ہوئے اسے مسلمان ہی مانا جائے۔ تو عرض ہے کہ میری تقریر اسلام اور مسلمانوں کی طرف جاتی ہے یا نہ ہر پہلو کفر و شرک کا ارتکاب کرتے نظر آتی ہے؟

۳۔ مجھے انٹرنیٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ فتویٰ میں فتاویٰ رضویہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غلط ہے تو کیا واقعی ہمارے ان صغیر و کبیر علمائے فتاویٰ رضویہ کے ساتھ اس طرح کی "دیانت" کا ثبوت پیش کیا ہے؟

۴۔ میری تقریر کفر و شرک سے خالی ہونے کی صورت میں اسے کفر پر مشتمل ٹھہرانے بلکہ قائل کو بھی دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرانے والوں کا کیا حکم ہے؟

مجھے امید ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازیں گے۔ بینوا توجروا

مستفتی: 
 (عبید اللہ خان اعظمی)

خاص پور، اعظم گڑھ، یوپی

[۱۵ مارچ ۲۰۱۵ء]

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا اِلهَ اِلاَّ اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يعلو ولا يُعلَى۔ (تمہید ایمان ص ۴۳، وسجان السبوح ص ۸۰)

تقریر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہی سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے جو خطیب کے زور بیان کی واضح دلیل ہے اس لیے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آئینہ نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی ہے کہ مجمع غیر میں جا کر انہیں کی باتوں سے ان پر حجت قائم کر دی۔

مخالف پر حجت اور الزام قائم کرنے کے لیے کوئی خلاف واقع بات بھی کہنے کی اجازت ہے، مفسرین نے خود قرآن حکیم سے اس کا استخراج کیا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: و يجوز عند الأمة فرض الباطل مع الخصم حتى يرجع إلى الحق من ذات نفسه، فإنه أقرب في الحجة، و أقطع للشبهة. (الجامع لأحكام القرآن لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي [المتوفى: ۱۰۶۷ھ]، ج ۱۱، ص ۳۰۰، دار الكتب المصرية - القاهرة، الطبعة الثانية: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴م)

اس تفصیل کے پیش نظر سوال میں تقریر کا جو اقتباس خود قائل نے نقل کیا ہے وہ کفر یا حرام نہیں بلکہ اپنے مذہب کا دفاع ہے اور غیروں پر اقامتِ حجت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جیسا کہ سطور بالا سے عیاں ہے تقریر کا یہ حصہ غیروں پر اقامتِ حجت کے لیے ہے اس لیے اس میں ایک احتمال بھی کفر کا نہیں۔ لہذا خطیب ہرگز ہرگز دائرۃ اسلام سے خارج نہیں، وہ مسلمان ہے، اور اس کی تقریر سنا جائز ہے۔

بلاشبہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں سو پہلو ہوں، جن میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، توجب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے کوئی کفری پہلو مراد لیا ہے اسے مسلمان ہی مانا جائے گا اور مفتی پر واجب ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کلام کو اسلامی پہلو ہی پر محمول کرے۔ یعنی مفتی پر لازم ہے کہ پہلے یہ دیکھے کہ ایک مسلمان کے کلام میں اگر کوئی پہلو کفر کا نکلتا ہے تو کوئی پہلو اسلام کا بھی نکلتا ہے یا نہیں؟ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی مسلم کے کلام میں ننانوے پہلو اسلام کے ہوں اور ایک احتمال کفر کا ہو، اسی کفری احتمال کو لے کر مفتی اچھے خاصے مسلمان پر کفری حکم چسپاں کر دے اور ظلم صریح کا مرتکب ہو بلکہ تکفیر مسلم کی بلا میں گرفتار ہو کر خود اپنے اوپر حکم کفر لوٹالے۔ یہ مضمون تمہید ایمان، شرح فقہ اکبر اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ہاں میں نے فتاویٰ رضویہ مترجم و غیر مترجم دونوں میں اس مقام پر وہ عبارت تلاش کرنے کی کوشش کی مگر نہ ملی، یہاں فتاویٰ رضویہ کا حوالہ غلط دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تکفیر مسلم بڑا دشوار اور خطرناک معاملہ ہے۔ اس کے لیے مفتی پر لازم ہے کہ ذاتی رجحان اور بغض و عداوت، اسی طرح کسی کی بے جا حمایت و عصبیت سے بالاتر ہو کر بڑی دیانت و امانت اور وقتِ نظر سے غور کرے کہ کلامِ قائل کا ظاہر اسلام کی طرف جاتا ہے یا کفر کی طرف؟ بر تقدیر ثانی اس میں کسی تاویل اور اسلامی پہلو کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر مفتی پر یہ امر واضح نہ ہو تو دوسرے دقیق النظر اور وسیع العلم حضرات سے دریافت کرے اور قائل اگر زندہ ہے تو اس سے بھی پوچھے تاکہ وہ خود اپنی مراد یا اپنے کلام کی معقول توجیہ (اگر ہو تو) پیش کر سکے۔

اسی طرح فتوے تکفیر کے لیے قلم اٹھانے والے کو درج ذیل امور کا علم ہونا بھی ضروری ہے:

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں: ”اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے۔ اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔“ دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس سے مفتی کو باخبر ہونا چاہیے۔

(ب) لزوم کفر اور التزام کفر کے مواقع اور دونوں میں فرق، کفر فقہی اور کفر کلامی کا فرق

(ج) تاویل قریب، تاویل بعید، تاویل معتدز کی معرفت اور فقہاء متکلمین کے نزدیک ان کے مراتب اعتبار عدم اعتبار

(د) شبہ فی الکلام، شبہ فی التکلم، شبہ فی التکلم سے آگاہی

(ه) صریح و کنایہ پھر صریح متعین و صریح متشکک سے واقفیت اور فقہاء متکلمین کے نزدیک ان کے احکام

(و) کافر کی تعظیم و تعریف اور اس طرح کے دیگر امور کس صورت میں کفر ہیں، کس صورت میں حرام و ناجائز ہیں، کس

صورت میں حرام و ناجائز بھی نہیں، ان سب کو جاننا ضروری ہے۔

بطور مثال یہ چند باتیں ذکر کی گئی ہیں مختصر یہ کہ جو اصولِ افتا اور اصولِ تکفیر سے پوری طرح آشنا اور ان پر اچھی طرح کاربند ہو اسی کو تکفیر جیسے اہم امر میں حکم دینے کا حق ہے ورنہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد کا مصداق ہے:
أَجْرُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا أَجْرُكُمْ عَلَى النَّارِ۔ تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرات رکھتا ہے۔ رواہ الدارمی

اور جو شخص بے وجہ روشن کسی مسلمان کی تکفیر پر جسارت کرتا ہے اس کی تنبیہ کے لیے درج ذیل احادیث کافی ہیں:

① أَيْمًا أَمْرِي قَالَ لِأَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنَّ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعْتَ عَلَيْهِ.

یعنی جو شخص کسی کلمہ کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقتہً کافر تھا جب تو خیر، ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلے گا۔ رواہ الأئمة مالك و أحمد و البخاري و مسلم و أبو داود و الترمذي عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما۔ واللفظ للمسلم۔

② إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو ”یا کافر“ کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بے شک ہوگا۔ رواہ الإمام البخاري في صحيحه عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

③ لَيْسَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللَّهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارٌّ عَلَيْهِ۔ و لا يري رجل رجلا بالفسق و لا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك۔ جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے

اور وہ ایسا نہ ہو، یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے۔ اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر اٹھنا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہو۔ رواہ الإمام أحمد والبخاری ومسلم عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه - وما نقلت مختصر -

(۴) ما أكفر رجل رجلا قط إلا بآء بها أحدهما، إن كان كافرا، وإلا ككفر بتكفيره - یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ یہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی، اگر وہ کافر تھا تو یہ سچ گیا، ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ رواہ الإمام ابن حبان في صحيحه المسمى بالتقاسيم والأنواع بسند صحيح عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه.

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ احادیث مع دیگر تفصیلات اپنے رسالہ ”النبی الاکید“ میں ذکر فرمائی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتب محمد زلف الدین الرضوی

رئيس قسم الافتاء بالجامعة الأشرفية، مبارك فور
۳۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ - ۲۱ مارچ ۲۰۱۵ء



الجواب صحیح (مکتوبہ) شریف مبارک پور

الجواب صحیح محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ / ۲۲ مارچ ۲۰۱۵ء

بانی و صدر دارالعلوم دہلی
الجواب صحیح - محمد اکبر غفر کتاب ناظم الجامعہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح علیہ الرحمۃ مولوی اسحاق علی صاحبہ اللہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح - نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
الجواب صحیح - محمد مسعود احمد بریلوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

الجواب صحیح والہ تعالیٰ اعلم علیہ الرحمۃ خاتم النبیین و دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح والہ تعالیٰ اعلم، محمد نسیم مصباحی خادم الافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح: زاہد علی صاحبہ خادم درس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح: محمد صدیق قادری خادم تدریس جامعہ اشرفیہ مبارک پور
الجواب صحیح: محمد عبد المسین نعمانی قادری مدیر دارالعلوم قادریہ جہانپور